ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.3,Issue No.4(2021)
(October to December)

مکتوبات اقبال کے مفاہیم ورجحانات کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of the Concepts and Trends of Iqbal's Letters

محمد شوکت علی

لیکچرار، شعبہ اردو، اسپائر کالج مناواں، لاہور

Abstract:

In this article, an analytical study of the concepts and trends of Iqbal's letters have been presented. Calligrapher Iqbal is very important in terms of Iqbal knowledge. In order to understand Iqbal's thoughts where prose and poetry are studied, it is also important to study his letters. A study of the letters reveals many lost links of Iqbal's personality. The important sources of Iqbal's letters have been highlighted here. In this way, the concepts and trends of his letters are also familiar. Iqbal's letters have been analyzed in the study of Iqbalism. From which Iqbal's personality and various aspects of thought and philosophy are known. The study of this article also gives a glimpse of the personalities with whom Iqbal remained attached in his life. In addition, Iqbal's personal life is also familiar with what kind of hobbies he was interested in. Letters express the circumstances and events of any person's life. Iqbal's letters, where he is acquainted with his private life, also reveals his mental, psychological, social, societal, moral and literary tendencies.

Key Words: Iqbal' letters, Concepts, Trends, Reveals, Iqbal's personality, Circumstances, Psychological, Literary tendencies.

اقبال شناسی کے حوالے سے علامہ اقبال کے خطوط بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ اقبال کے فکر و فلسفہ کو سمجھنے کے لیے جہاں ان کے نثری اور شعری کلام کا مطالعہ کیا جاتا ہے وہاں ان کے خطوط کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے۔ علامہ اقبال کے کافی خطوط کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور آج بھی ان کے خطوط کی تلاش میں تحقیق و جستجو جاری و ساری ہے۔ کسی بھی شخص کے خطوط کے مطالعہ سے اُس کی شخصیت کی بہت سی گم شدہ کڑیاں نمایاں ہوتی ہیں۔ اقبال نے بہت سی نامور شخصیات کو خط لکھے جن سے اُن کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر غلام ذوالفقار لکھتے ہیں:

> "اقبال جہاں قائداعظم کو خط لکھتے ہیں وہاں عصری سیاسی اُمور و مسائل کے ساتھ ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کے حال و مستقبل زیر بحث آتے ہیں۔ جہاں وہ سید سلیمان ندوی کو خط لکھتے ہیں وہاں دینی افکار اور فقہی مسائل موضوع بحث ہوتے ہیں۔ جب مولانا غلام قادر گرامی کو خط لکھا جائے گا تو دوستی کی بے تکلفانہ فضا ہو گی اور شعر و سخن کے مسائل ہوں گے۔ جب سید نذیر نیازی کو خط لکھے جائیں گے تو اپنی بیماری کی ذرا ذرا تفصیل (حکیم نابینا کے گوش گزار کرنے کے لیے) لکھی جائے گی اور اپنی کتابوں کی طباعت وغیرہ کے مسائل ہوں گے اور جب نیاز الدین خاں کو خط لکھے گے تو دیگر مراسم دوستانہ کے علاوہ کبوتروں کا تذکرہ بھی ہو گا۔"(۱)

خطوط اقبال کے ضمن میں کئی نامور تصانیف شائع ہو چکی ہیں جن میں بعض تصانیف کسی ایک شخصیت کے بارے میں خطوط کا مجموعہ ہے تو کسی میں مختلف شخصیات کے نام خطوط کو جمع کیا گیا ہے۔ اُن تصانیف میں جو کسی شخصیت پر لکھی گئی "شاد اقبال" (مرتبہ: ڈاکٹر محی الدین زور)، مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خان، مکاتیب اقبال بنام غلام قادر گرامی (مرتبہ: عبد اللہ قریشی) اور مکتوبات اقبال بنام سید نذیر نیازی قابل ذکر ہیں۔ مختلف شخصیات پر خطوط کے مجموعے بھی تصانیف کی صورت میں موجود ہیں۔ ان میں "اقبال نامہ" حصہ اول اور دوم (مرتبہ: شیخ عطاء اللہ) ایک ممتاز تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ "انوار اقبال" از بشیر احمد ڈار، "خطوط اقبال" از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، "گفتار اقبال" از مرتبہ: محمد رفیق افضل بھی اچھی کاوشیں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی مختلف رسائل و جرائد میں بھی اقبال کے خطوط شائع ہو چکے ہیں۔ مرور ایام کے ساتھ آج بھی علامہ اقبال کے خطوط کی تلاش و جستجو جاری ہے اور ایک ہزار کے قریب ان کے خطوط مختلف مجموعوں میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

خطوط عام طور پر عجلت اور قلم برداشتہ لکھے جاتے ہیں۔ اقبال کے خطوط بھی کچھ اسی طرح لکھے گئے ہیں اور بعض مشاہیر اس حق میں نہیں تھے کہ ان کے خطوط کو شائع کر کے منظر عام پر لایا جائے۔ لیکن ان خطوط کی اشاعت سے انھیں مشاہیر کو مطالعہء اقبال سے متعلق بہت سے اہم مآخذات تک رسائی حاصل ہوئی ہے۔ مکتوبات اقبال سے علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن کی تفہیم میں آسانی ہوئی ہے۔ ان کے خطوط کی اشاعت کو کسی طور بھی غیر ضروری قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، بلکہ اقبالیات کے قارئین کے لیے خطوط اقبال کا مطالعہ گہری دلچسپی کا باعث ہے۔

اقبالیات کے مطالعہ میں مکتوبات اقبال کو ثانوی حیثیت دی جا سکتی ہے کیوں کہ یہ علامہ اقبال کی وفات کے بعد، ان کی اجازت اور نظر ثانی کے بغیر شائع کیے گئے ہیں۔ بہر حال ان کی افادیت سے بھی انکار ناممکن ہے کیوں کہ جہاں کلام اقبال سے ان کی شعری اور فکری معنویت اجاگر ہوتی ہے وہاں خطوط اقبال سے بھی بہت سی گم شدہ کڑیوں کا پتا چلتا ہے۔ اقبال کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ وہ فطرتاً تساہل پسند تھے۔ وہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے اور چارپائی پر نیم دراز رہنے کو پسند کرتے تھے۔ ان کے ہاں کسی جگہ وقت پر پہنچنا مشکل کام تھا اور وہ ہمیشہ دیر سے ہی پہنچتے تھے۔ وہ روز مرہ معاملات میں خواہ کتنے ہی تساہل پسند تھے، لیکن مکتوب نگاری میں ان کا رویہ اس کے برعکس ہی تھا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> "تساہل، جمود اور بے قاعدگی، اگر افتادِ طبع کا حصہ ہو، تو خطوط نگاری میں مستعدی، تعجیل اور باقاعدگی کی توقع عبث ہے۔ لیکن دلچسپ بات ہے کہ علامہ اقبال، عام زندگی میں سہل نگاری کے برعکس، مکتوب نگاری میں بہت مستعد اور باقاعدہ تھے۔" (۲)

علامہ اقبال خطوط کا جواب دینے میں دیر نہیں کرتے تھے۔ وہ خطوط موصول ہوتے ہی، اُس کا جواب لکھتے اور اُسی وقت اپنے خدمت گار علی بخش کو لیٹر بکس میں ڈالنے کے لیے دے دیتے۔ ان کے خطوط کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ خط کے جواب میں اختصار، تعجیل اور مستعدی انداز اپنایا گیا ہے۔ ان کے اکثر خطوط میں "ابھی ایک لمحہ پہلے آپ کا خط پہنچا" اور "آپ کا نوازش نامہ ابھی ابھی موصول ہوا" کے جملے ملتے ہیں۔ اسی طرح انگریزی خطوط میں:

Your letter which I received a moment ago.

Your letter which reached me a moment ago.

جیسے جملے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس طرح ان کے جلد جواب دہی کی نشان دہی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال خط لکھنے میں اتنی جلدی کرتے تھے کہ کو، کا، کی اور ہیں وغیرہ کے الفاظ بھی نہیں لکھے جاتے تھے۔ شاید ایک بار خط لکھنے کے بعد اسے دوبارہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔ بہر حال علامہ اقبال کے زیادہ تر خطوط اردو اور انگریزی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ چند ایک خطوط جرمن اور فارسی زبان میں بھی لکھے گئے ہیں۔ فارسی میں دو، عربی زبان میں ایک اور جرمن زبان میں سترہ خط زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ گئے ہیں۔ (۳) کسی شاعر اور ادیب کے لٹریری اور پرائیویٹ خطوط سے اُس کے تخیلات کی وضاحت میں آسانی ہوتی

ہے۔ اقبال کے خطوط کے مطالعہ سے اُن کے پیش نظر بہت سے علمی اور ادبی منصوبوں کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اقبال کے خطوط کے مطالعہ سے قاری کو اقبال کی شخصیت کے کئی نئے پہلو نمایاں ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''خطوط میں ایک قاری خود کو اقبال کے بہت قریب محسوس کرتا ہے۔ اقبال ہمیں فقر وغنا، درویشی و قناعت، عجز وانکسار کا پیکر نظر آتے ہیں، دوسری طرف وہ قرآن، حدیث اور فقہ پر گہری نظر کے ساتھ دنیاوی علوم کا بھی وسیع مطالعہ رکھتے ہیں۔ انھیں کبوتروں سے بھی رغبت ہے اور خطوط میں بے تکلف احباب سے اس موضوع پر کھل کر تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ وہ ظریف وشگفتہ مزاج میں اور خطوں میں ان کی حسِ مزاح نمایاں ہے۔''(۴)

اردو ادب میں مولوی عبدالحق کو ''بابائے اردو'' کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اردو زبان وادب کی ترقی کے لیے گراں قدر کام کیا ہے۔ انھوں نے علامہ اقبال کے کلام میں اردو زبان کی اہمیت وافادیت کو سراہا ہے۔ شاید مولوی عبدالحق نے اسی لیے انجمن ترقی اردو، کراچی کے دفتر کے صدر دروازے پر جلی الفاظ میں اقبال کا مشہور مصرع لکھوایا۔

''گیسوئے اُردو ابھی منت پذیر شانہ ہے''

علامہ اقبال اور مولوی عبدالحق کی خط وکتابت بھی ہوتی رہی ہے۔ اردو زبان وادب کے بارے میں ان دونوں شخصیات کے تصورات میں تضاد کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ علامہ اقبال اپنے دینی، مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی خیالات وتصورات کو عالمی سطح پر پہنچانے کے لیے زبان کی قید سے آزاد تصور رکھتے ہیں۔ جبکہ مولوی عبدالحق صرف اور سرف اردو زبان کے فروغ پر زور دیتے ہیں۔ انھیں علامہ اقبال کا اردو کی بجائے فارسی میں شعر وشاعری کرنا پسند نہیں تھا۔ وہ وسیلۂ اظہار کے لیے اردو زبان کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر ممتاز حسن:

> ''اردو کے متعلق اقبال اور مولوی عبدالحق کا نقطہ نگاہ یکساں نہیں تھا۔ اقبال یقیناً یہ چاہتے تھے کہ اردو ساری دنیا میں پھیلے مگر ان کے نزدیک زبان، خیالات اور جذبات کے اظہار کا ذریعہ تھی۔۔۔۔ مولوی عبدالحق کا معاملہ دوسرا تھا، وہ اردو کو محض وسیلۂ اظہار نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کا وجود، اس کی ترقی اور اس کا فروغ ان کے لیے مقصود بالذات کی حیثیت رکھتا تھا۔ اقبال کا اردو کی بجائے فارسی کی طرف مائل ہونا انھیں بالکل نہ بھایا۔''(۵)

علامہ محمد اقبال نے جہاں فارسی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں اظہار خیال کیا ہے وہاں اردو زبان کو بھی اہمیت دی ہے۔ ''کلیات اقبال اردو'' ان کی اردو شاعری پر مشتمل کلام کی صورت میں اردو زبان سے محبت اور اظہار کا واضح ثبوت ہے۔ اقبال کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اردو زبان سے شغف نہیں رکھتے تھے۔ اردو میں ان کی شاعری بہترین شعری معنویت رکھتی ہے اور منظومات میں باکمال خیالات وتصورات کی آبیاری ہوتی ہے۔ لیکن مولوی عبدالحق اردو زبان کے ایسے شیدائی تھے کہ وہ صرف اور صرف ہر طرح سے اردو کے فروغ کو ہی ترجیح دیتے تھے۔ ''اقبال اور عبدالحق'' (مکتوبات اقبال کی روشنی میں) ایک اہم تصنیف ہے۔ اس تصنیف میں جہاں تبصرے، تقاریر اور اقبال کے بارے میں شائع شدہ مضامین وتصانیف کی فہرست دی گئی ہے وہاں ایک اہم کام مکتوبات اقبال بنام بابائے اردو مولوی عبدالحق سے متعلق آٹھ اقبال کے قلمی لکھے ہوئے خطوط کے عکس دیے گئے ہیں۔ علامہ اقبال اردو سے شغف رکھتے تھے، اس ضمن میں مولوی عبدالحق کو لکھے گئے ایک خط سے اقتباس دیکھیے:

> ''اردو کی اشاعت اور ترقی کے لیے آپ کا دلی میں نقل مکان کرنا بہت ضروری ہے۔ معلوم نہیں آپ کے حالات ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ کاش میں اپنی زندگی کے باقی دن آپ کے ساتھ رہ

کر اردو کی خدمت کر سکتا لیکن افسوس کہ ایک تو علالت پیچھا نہیں چھوڑتی، دوسرے بچوں کی خبر گہری اور اُن کی تعلیم وتربیت کے فکر افکار دامن گیر ہیں۔"(۶)

علامہ اقبال کے مولوی عبدالحق کو لکھے گئے خطوط سے اقبال کی زندگی، شخصیت اور اردو سے وابستگی کی وضاحت ہوتی ہے۔"مکتوبات علامہ اقبال" کے عنوان سے "اقبال شناسی اور سویرا" میں خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ یہ خطوط "محمد عمرالدین ذخیرہء خطوط" سے لیے گئے ہیں۔ ان خطوط میں تین تعارفی خط ڈاکٹر سید ظفرالحسن مرحوم (۷) کو لکھے گئے ہیں، دو پروفیسر محمد عمرالدین (۸) اور دو سید ظفرالحسن کے نام لکھے گئے ہیں۔ یہاں ان خطوط کو من وعن شائع کیا گیا ہے جس طرح علامہ اقبال نے تحریر کیے تھے۔ یعنی اعراب واو قاف، اسمائے معرفہ، مخففات، ہجے اور حروف میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔ ان خطوط میں ۶ انگریزی اور ایک اردو زبان میں تحریر ہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے اقبال کے علم وادب سے تعلق رکھنے والے ادیبوں سے لگاؤ کی وضاحت ہوتی ہے۔

علامہ اقبال کے خط وکتابت کی بات کی جائے تو ایک نام مہاراجہ سر کشن پرشاد کا بھی ذہن میں آتا ہے۔ سر کشن پرشاد ریاست حیدر آباد (دکن) میں صدارتِ عظمیٰ کے عہدے پر بھی فائز رہے ہیں۔ وہ علامہ اقبال کے قریبی احباب میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی علامہ اقبال سے خط وکتابت کا سلسلہ کئی سالوں پر محیط ہے۔ ان کا انتقال ۱۹۴۰ء میں علامہ اقبال کے انتقال کے دو سال بعد ہوا۔ ۱۹۴۲ء میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے "شاد اقبال" کے نام سے مہاراجہ سر کشن پرشاد اور علامہ اقبال کے خطوط کو شائع کیا۔ اس مجموعے میں مہاراجہ کے ۵۲ اور علامہ اقبال کے ۴۹ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ ان دونوں شخصیات کے خطوط کے بارے میں مزید تحقیق کا کام شروع ہوا۔ اس ضمن میں عبداللہ قریشی نے علامہ اقبال کے مہاراجہ کے نام پچاس خطوط مزید حاصل کر لیے اور ان خطوط کو مجلس ترقی ادب کے مجلہ "صحیفہ" میں شائع کروایا۔ ۱۹۸۶ء میں بزم اقبال نے "شاد اقبال" کے خطوط کے ساتھ مزید پچاس خطوط کو شامل کر کے "اقبال بنام شاد" کے نام سے مکاتیب اقبال کو شائع کر دیا۔ اس مجموعہء خطوط کو محمد عبداللہ قریشی نے مرتب کیا۔ "اقبال بنام شاد" میں اب ۹۹ علامہ اقبال اور ۵۲ مہاراجہ کے خطوط کو شامل کیا گیا ہے۔ ان خطوط کے ساتھ محمد عبداللہ قریشی نے ایک پر معنی مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس مقدمہ کو پڑھ کر علامہ اقبال اور مہاراجہ سر کشن پرشاد کے تاریخی تعلقات وخیالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ اس طرح ان دونوں شخصیات کے بارے میں نہایت ہی مفید انکشافات واہوتے ہیں۔ اقبالیات میں "اقبال بنام شاد" نہایت پر معنی مجموعہ مکاتیب ہے جس کی ماہیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مکاتیب اقبال کے ضمن میں محمد عبداللہ قریشی کے گراں قدر کام کا اعتراف کرتے ہوئے احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

> "جناب محمد عبداللہ قریشی کا ماہرانِ اقبالیات میں جو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اس سے کسی اہلِ علم کو مجال انکار نہیں۔ یہ خصوصیت ان کے محققانہ کمالات سے متعلق ہے اور پھر مکاتیبِ اقبال کے بارے میں تحقیق تو ان کا خاص الخاص موضوع ہے۔ اس سے پہلے "مکاتیب اقبال بنام گرامی" مرتب کر کے اہلِ علم ودانش سے داد وتحسین وصول کر چکے ہیں۔ پھر علامہ اقبال کے صد سالہ یوم ولادت کے موقع پر انھوں نے علامہ کے ساڑھے بارہ سو خطوط کو بڑے سلیقے سے تاریخ وار مرتب کیا اور ساتھ ہی ہر خط کا خلاصہ درج کرتے گئے۔ انھوں نے اپنی اس یادگار کاوش کا نام "روح مکاتیبِ اقبال" تجویز کیا اور یہ نہایت مناسب نام تھا کیونکہ اس کتاب میں مکاتیبِ اقبال کا نچوڑ آ گیا ہے۔"(۹)

۱۹۴۲ء میں اقبال کے ۱۳ انگریزی خطوط کا مجموعہ شائع ہوا۔ اس کے بعد اردو تراجم کے ساتھ بھی ان خطوط کو شائع کیا گیا۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۷ء کے دوران اقبال نے ان تاریخی خطوط کو قائداعظم محمد جناح کے نام لکھا۔ "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کو محمد جہانگیر عالم نے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ انھوں نے قائداعظم کے نام علامہ اقبال کے خطوط کو علیحدہ کر کے ایک مفصل مقدمہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان مکتوبات کو پڑھ کر علامہ اقبال اور قائداعظم کے آزادی کے حصول کے لیے سیاسی وتاریخی حالات وواقعات کے پس منظر کی نشان دہی ہوتی ہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے تحریک پاکستان کی نظریاتی اساس کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ خطوط ہندوستان کے مسلمانوں کے تاریخی حالات وواقعات کی ترویج کے لیے اہم مآخذ کے طور پر پیش

کیے جاسکتے ہیں۔ ان خطوط میں قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ علامہ اقبال کے باہمی روابط اور ہم آہنگی کار فرما ہے۔ ان خطوط پر محمد جہانگیر عالم کے ترجمہ سے پہلے بھی اردو تراجم شائع ہوئے، لیکن انھوں نے ایک مبسوط مقدمے اور منفرد حواشی کے ساتھ ان مکاتیب کو شائع کر کے نہایت ہی قابلِ تحسین کام کیا ہے۔ ''اقبال کے خطوط جناح کے نام'' نے جہاں اقبالیات میں اضافہ کیا ہے وہاں تحریک پاکستان پر دو قابل قدر شخصیات کو بھی سراہا ہے۔ زیر نظر تصنیف اور مصنف کے ضمن میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا رقم طراز ہیں:

> ''''اقبال کے خطوط قائداعظم کے نام'' ایک مختصر مگر نہایت قابل قدر دستاویز ہے۔ اس کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں۔ محمد جہانگیر عالم نے ان تراجم سے مدد لے کر ایک عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ اس پر مبسوط مقدمہ اور قابل قدر حواشی لکھے ہیں۔ یقین ہے کہ موجودہ صورت میں یہ مجموعہ پہلے سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہو گا۔''(۱۰)

زیر نظر تصنیف ۱۹۷۷ء میں اقبال صدی کے موقع پر ''Letters of Iqbal to Jinnah'' کے اردو ترجمہ کے ساتھ حواشی اور مفصل مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ بعد میں محمد جہانگیر عالم کو مزید دو خط قائداعظم محمد علی جناح کے نام موصول ہوئے۔ اپریل ۱۹۴۳ء میں ناشر شیخ محمد اشرف (۱۹۰۳ء۔ ۱۹۸۰ء) نے انگریزی میں شائع کیا اور اردو زبان میں بھی اسی سال حیدرآباد (دکن) سے ان خطوط کو شائع کیا گیا۔ اردو زبان کے علاوہ ان خطوط کو بنگالی اور تامل زبانوں میں بھی شائع کیا جاچکا ہے۔ زیر نظر تصنیف کے پیش لفظ میں قائداعظم محمد علی جناح لکھتے ہیں:

> ''یہ کتابچہ ان خطوط پر مشتمل ہے جو اسلام کے قومی شاعر، فلسفی اور عارف ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے میرے نام مئی ۱۹۳۶ء سے نومبر ۱۹۳۷ء کے درمیانی عرصہ میں اپنی وفات سے کچھ ماہ پہلے تحریر کیے۔ یہ جون ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے قیام اور اکتوبر ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ کے تاریخی اجلاس کے دوران تک محیط ہے۔ مسلم ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔''(۱۱)

علامہ اقبال کے خطوط بنام قائداعظم محمد علی جناح سے جماعتوں کے بارے میں تاثرات کی عکاسی ہوتی ہے۔ ۲۳ اگست ۱۹۳۶ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ''امید ہے کہ میرا اس سے پہلے خط آپ کو مل چکا ہو گا۔ پنجاب پارلیمانی بورڈ اور یونینسٹ پارٹی کے مابین مفاہمت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اور اس کے لیے آپ کیا شرائط تجویز کرتے ہیں؟ میں نے اخبارات میں پڑھا ہے کہ آپ نے بنگال پرجا پارٹی اور پارلیمانی بورڈ میں مصالحت کرا دی ہے۔ اس کی شرائط وضوابط سے مجھے مطلع فرمایے۔ چانکہ پرجا پارٹی بھی یونینسٹ پارٹی کی طرح غیر فرقہ وارانہ ہے۔ اس لیے بنگال میں آپ کی مصالحت آپ کے لیے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔''(۱۲)

محمد جہانگیر عالم نے ان خطوط میں سب سے اہم کام حواشی کا استعمال کیا ہے۔ جیسے وہ مذکورہ خط میں پرجا پارٹی کے ضمن میں نشان دہی کرتے ہیں کہ وہ بنگال کی ایک غیر فرقہ وارانہ جماعت تھی، جس کا قیام ۱۹۲۴ء میں ڈھاکہ میں ہوا۔ اس پارٹی کا مقصد بنگال کے کسانوں کی فلاح تھا اور اس کے بانی مولوی عبدالقاسم فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) تھے۔ بہر حال زیر نظر تصنیف ''اقبال کے خطوط جناح کے نام'' میں سولہ خطوط اقبال کے لکھے ہوئے ہیں اور ضمیمہ میں چار خطوط علامہ اقبال کی طرف سے غلام رسول خاں کے لکھے ہوئے شامل کیے گئے ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے علامہ اقبال کے تحریک پاکستان کے لیے جدوجہد اور سیاسی پس منظر سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ وہ اپنی عمر کے آخری دنوں میں بھی کس قدر مسلم اُمہ کے لیے اُن کے حقوق کے حصول کے لیے سرگرم تھے۔

''مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں'' پہلی بار بزم اقبال، لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کی اشاعت کا سن درج نہیں ہے، البتہ ایس اے رحمان کے ''پیش لفظ'' سے ۱۹۵۴ء اس کی اشاعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس میں دیباچے کے بعد ۷۹ خطوط کا متن پیش کیا گیا ہے۔ متن کو زمانی لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے، لیکن نقل نویس نے متن میں احتیاط برتنے کے باوجود کچھ باریکیوں کا خیال نہیں رکھا ہے۔ مثلاً اگر علامہ اقبال نے ''۱۶ء'' اور ''۱۷ء'' لکھا ہے تو اسے ''۱۹۱۶ء'' اور ''۱۹۱۷ء'' لکھ دیا گیا ہے۔ علامہ اقبال نے نام محمد پر ''ؐ'' کی علامت لکھی ہے تو نقل نویس نے اس کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا ہے۔ ان خطوط کے کچھ لفظ قوسین میں دیے گئے ہیں، اُن میں بھی ابہام کی صورت نظر آتی ہے۔

''مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں'' کا دوسرا اڈیشن ۱۹۸۶ء میں نستعلیق متن میں کچھ اضافی رموز واقاف کے ساتھ شائع ہوا۔ یہاں شروع میں پروفیسر منور مرزا مرحوم کا دیباچہ بعنوان ''ملاحظات'' پیش کیا گیا ہے۔ اس میں علامہ اقبال کی خطوط نویسی کو سراہا گیا ہے۔ نیاز کے نام خطوط کی افادیت اور معنویت کو مختلف موضوعات کے تناظر میں نمایاں کیا گیا ہے۔ ''پیش لفظ'' اور ''تصدیق'' ایس اے رحمان کی کاوش ہیں۔ خان نیاز الدین خاں کے نام سے ''مکتوبات گرامی'' کے عنوان سے مولانا گرامی کے چودہ خطوط کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس بعد نفیس الدین احمد خاں ''تعارف'' کے عنوان سے اس مجموعے کا مختصر احوال بیان کیا گیا ہے۔ خان محمد نیاز الدین خاں کی مختصر سوانح حیات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۱۹۹۵ء میں بزم اقبال نے اس مجموعے کو تیسری مرتبہ نستعلیق کمپوزنگ میں ہی شائع کیا اور اسے طبع دوم لکھا ہے جب کہ یہ طبع سوم ہے۔ اس میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے دیباچہ کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ اس متن میں طبع اوّل کی پیروی کرتے ہوئے دو خطوط کے عکس شامل کیے گئے ہیں۔ اس نسخے میں حوالے اور حواشی کے ساتھ آخر میں تین صفحات پر اشاریہ افراد کے حوالوں کے مطابق دیا گیا ہے۔

''مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں'' (مع تعلیقات وحواشی) کے عنوان سے عبداللہ شاہ ہاشمی نے خطوط اقبال کو مرتب کیا ہے۔ اس میں مکاتیب بنام نیاز کا تعارف، خطوط کی اہمیت، مکتوب الیہ کی باہمی ہم آہنگی، مکاتیب کے متن کی تصحیح، حواشی اور تعلیقات کو نہایت جاذبِ نظر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ زیر نظر تصیف کے ضمن میں عبداللہ ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''مقدمے میں ایک مختصر تمہید کے بعد، مکاتیب بنام نیاز کا تعارف کرایا گیا ہے، پھر ان خطوں کی اہمیت کا ذکر کرنے کے بعد، مکتوب الیہ کے سوانحی کوائف دیے گئے ہیں۔ بعدہ، کاتب ومکتوب الیہ (علامہ اقبال اور نیاز) کے تعلقات وروابط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ گویا یہ مقدمہ ایک طرح سے زیر مکاتیب کا پس منظر ہے اور اس کے مطالعے کے بعد، اصل مکاتیب کو سمجھنا آسان ہو گا۔'' (۱۳)

''مظلوم اقبال'' شیخ اعجاز احمد کی تصنیف ہے۔ وہ علامہ اقبال کے بھتیجے اور ان کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے بیٹے ہیں۔ خانوادہء اقبال میں وہ واحد شخص ہیں جو قادیانی مسلک سے منسلک ہو گئے تھے۔ جس کا علامہ اقبال اور ان کے والد (عطا محمد) کو ساری زندگی بہت دکھ اور غم رہا۔ ''مظلوم اقبال'' میں علامہ اقبال کے ۱۰۳ خطوط کو شامل کیا گیا ہے۔ ان خطوط میں ۶۳ خطوط ایسے ہیں جو اقبال نے اپنے قیام یورپ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء کے دوران اپنے خانوادہ احباب کو لکھے۔ ۳۸ خطوط ایسے ہیں جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۷ء کے دوران شیخ اعجاز احمد کے نام لکھے گئے۔ ان خطوط کو تاریخ تحریر کے مطابق درج کیا گیا ہے، جب کہ مصنف نے خطوط کے اصل متن سے کئی حصوں کو حذف کر دیا ہے۔ اس طرح ان خطوط میں شک وشبہات کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ ان خطوط میں حذف کا عمل نہ کیا جاتا تو ان کی افادیت واہمیت میں مزید اضافہ ہوتا۔ بہر حال ان خطوط کے مطالعہ سے اقبال کی نجی زندگی کے بہت سے پہلو وا ہوتے ہیں۔ شیخ اعجاز احمد نے علامہ اقبال کے ان خطوط میں ابہام وشک کا عنصر پیدا نہ کیا ہوتا تو ان خطوط کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ علامہ اقبال خط وکتابت کی جواب دہی میں بڑے مستعد ثابت ہوئے ہیں۔ اس کا اعتراف اعجاز احمد نے بھی کیا ہے:

> ''نقل وحرکت کے معاملہ میں چچا جان ''زمین جُنید نہ جنبد گل محمد'' واقع ہوئے تھے لیکن خط وکتابت میں بڑے مستعد تھے۔ ان کے نام خاصی تعداد میں خطوط موصول ہوئے۔ خط کسی عزیز کا ہو یا دوست کا، کسی وقف کا ہو یا نہ واقف کا، وہ پہلی فرست میں اپنے ہاتھ سے جواب لکھتے۔ طبیعت کی ناسازی کی وجہ

سے کبھی جواب میں تاخیر ہو جائے تو ہو جائے، ورنہ حتی الامکان خط لکھنے والے کو جواب کے انتظار کی زحمت نہ دیتے۔"(۱۴)

مجموعہ مکاتیب اقبال پر مشتمل شیخ عطااللہ کی تصنیف "اقبال نامہ" بھی ایک اہم کاوش ہے۔ اسے شروع میں دو حصوں میں شائع کیا گیا، لیکن بعد میں یک جلدی اشاعت بھی منظر پر آچکی ہے۔ "اقبال نامہ" کا حصہ اول پہلی مرتبہ ۱۹۴۴ء میں شیخ محمد شریف، لاہور سے شائع ہوا۔ اس مجموعے میں ۱۲ عکسی خطوط بھی شامل کیے گئے۔ یہاں مکتوب الیہم کی تعداد ۵۲ تھی، جن میں مولانا احسن مارہروی، منشی سراج الدین، مولانا اسلم جیتر جپوری، حبیب الرحمٰن شروانی، مولوی سراج الدین، اکبر شاہ نجیب آبادی، سردار عبدالرب نشتر، سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر سید ظفر الحسن، مس فار قوہر سن، پیر میر علی شاہ، سر راس مسعود، ظفر احمد صدیقی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور غلام بھیک نیرنگ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان خطوط میں زیادہ تر خطوط اردو میں لکھے گئے ہیں اور کچھ کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ "اقبال نامہ" حصہ دوم بھی شیخ عطااللہ کی کاوش ہے۔ قیام پاکستان کے چار سال بعد شیخ محمد اشرف، لاہور نے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔ مکاتیب کے اس مجموعے میں مکتوب الیہم کی تعداد ۴۳ ہے۔ اس مجموعہ میں شامل جن شخصیات کو خطوط لکھے گئے، اُن میں مہاراجہ کشن پرشاد، صاحب زادہ آفتاب احمد، عطیہ بیگم، مولوی عبدالحق، خواجہ حسن نظامی اور قائداعظم محمد علی جناح کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہاں بھی کئی انگریزی خطوط کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ شیخ عطاء اللہ نے مکاتیبِ اقبال پر دل چسپی سے کام کیا ہے۔ "اقبال نامہ" تصحیح وترمیم کے ساتھ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور نے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد طبع دوم ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی۔ ان خطوط کے مطالعہ سے اقبال کے جن پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اُن کے ضمن میں عطاء اللہ لکھتے ہیں:

> "ان خطوط کے مطالعہ کے بعد اقبال کی ذات سے متعلق جو امتیازات مجھے نظر آئے ہیں، اُن میں ان کا خلوص، ان کی علم دوستی، اسلام سے ان کی شیفتگی، ہندوستان کے مسلمانوں کی زبوں حالی پر ان کی دل سوزی اور اصلاح کے لیے ان کی کاوش، ممالک اسلامیہ کے اتحاد واستقلال واستحکام کی تجاویز اور کوشش، اہل وعیال سے محبت، دوستوں کے لیے جذبہ مروت اور عالم انسانیت کے لیے فلاح وخیر سگالی کے جذبات نمایاں ہیں۔ ان میں سے چند کے متعلق اشارات پر اکتفا کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اقبال کو سمجھنے کے لیے اُن کے کلام کی طرح ان کے خطوط کا مطالعہ بھی دوستدارانِ اقبال کے لیے لازمی ہے۔"(۱۵)

شیخ عطااللہ نے مکاتیب اقبال پر کام کرکے بہت سے خطوط کو اکٹھا کیا ہے۔ ان کے خطوط میں تدوین کا عمل ناقص نوعیت کا ہے کیوں کہ خطوط ترتیب وتدوین کے اصول وضوابط کو صحیح معنوں میں پرکھا نہیں گیا ہے۔ شاید یہ اس لیے بھی تھا کہ شیخ عطاء اللہ اس فن میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔ یہاں خطوط کے متن، ترجمے، مکتوب نگار سے مکتوب الیہ کا تعلق اور تاریخوں میں ابہام کی کیفیت ہے۔ بعض خطوط میں جعلی ہونے اور اصلیت تک رسائی کی کمی ہے۔ بہر حال پھر بھی ان کی اس کاوش پر داد دینی چاہیے۔

انگریزی خطوط کو مرتب کرنے میں بشیر احمد ڈار کا نام اہم ہے۔ انھوں نے انگریزی تحریروں پر "Letters and writings of Iqbal" کو مرتب کیا ہے۔ اس تصنیف کو اقبال اکادمی پاکستان نے نومبر ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔ اس میں خطوط کی تعداد ۴۳ ہے جن میں سے بعض کا اردو ترجمہ دوسرے مجموعوں میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ترتیب وتدوین کے لحاظ یہاں بھی اصول ومعیار ناقص نوعیت کے ہیں، البتہ کہیں کہیں مختصر حواشی کا اہتمام ضرور کیا ہے، لیکن مآخذ کا حوالہ دینے پر اتنا زور نہیں دیا گیا ہے۔ بشیر احمد ڈار کی مرتب کردہ تصنیف "Letters of Iqbal" بھی ایک اہم کاوش ہے جو ۱۹۷۷ء میں اقبال اکادمی پاکستان سے شائع ہوئی۔ اس مجموعے میں کل ۱۰۳ خطوط ہیں، جن میں ۱۳ خطوط قائداعظم اور ۱۰ خطوط عطیہ بیگم کے نام بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بھی بعض خطوط کا اردو ترجمہ دوسرے مجموعوں میں شائع کیا جا چکا ہے۔

''انوار اقبال''بشیر احمد ڈار کی اردو مکتوبات اقبال پر مشتمل تصنیف ہے جو پہلی بار اقبال اکادمی پاکستان، لاہور مارچ ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی اور اس کی طبع دوم ۱۹۷۷ء میں ہوئی۔ اس تصنیف میں علامہ اقبال کے حوالے سے گراں قدر مضامین، تقاریظ، منظومات اور خطوط کو ڈائریکٹر اقبال اکادمی بشیر احمد ڈار نے بڑی محنت سے شامل کیا ہے۔ ان کی اس محنت سے ان کی اقبال سے عقیدت مندی صاف ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی انھوں نے انگریزی خطوط پر تصانیف مرتب کی ہیں۔ اس کتاب کے ضمن میں ممتاز حسن لکھتے ہیں:

> ''خطوط، مضامین، تقاریظ اور منظومات وغیرہ کے علاوہ اس کتاب میں چند نادر دستاویزات کے عکس بھی شامل ہیں۔ مثلاً اقبال کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے اشعار اور تحریریں، پنجاب اسمبلی کے انتخابات کے دوران کی ایک یادداشت، مسئلہ نبوت پر تشریحی مکتوبات وغیرہ۔ یہ نوادر پہلی مرتبہ شائع کیے جارہے ہیں۔''(۱۶)

''انوار اقبال''بشیر احمد ڈار کی ایک اہم کاوش ہے۔ اس میں خطوط کو متفرق انداز بیان سے پیش کیا گیا ہے۔ خطوط کے عکس بھی دیے گئے ہیں۔ ان کا یہ کام قابل قدر نوعیت کا ہے جس کی انہیں داد دینی چاہیے۔ یہاں بہت سی ادبی اور سیاسی شخصیات کو خطوط لکھے گئے ہیں۔ اس طرح اقبال کے بارے میں بہت سی جہات نمایاں ہوتی ہیں۔ ''مکاتیب اقبال بنام گرامی''محمد عبداللہ قریشی کی مکتوبات اقبال کے ضمن میں ایک اہم تصنیف ہے۔ یہ تصنیف اپریل ۱۹۶۹ء میں اقبال اکادمی سے شائع ہوئی۔ یہاں علامہ اقبال کے ۹۹ خطوط بنام گرامی کی نشان دہی کی گئی ہے۔ گرامی، علامہ اقبال کے قریبی دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ جب کبھی بھی لاہور آتے تھے تو علامہ اقبال کے ہاں ضرور قیام کرتے۔ اقبال اپنے کلام سے متعلق بھی گرامی سے مشورہ کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے تخلیقی شہ پاروں کو اپنے دوستوں کو دیکھانے میں کبھی عار محسوس نہیں کی، بلکہ اگر کوئی تنقید کرتا تو انھیں اس پر ملال نہیں ہوتا تھا۔ اصلاحی مشوروں سے انھیں خوشی ہوتی تھی۔ اپنی ابتدائی شاعری میں علامہ اقبال نے داغ دہلوی سے اصلاح لی اور ان کا شاگرد ہونے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ ممتاز حسن خط و کتابت کے حوالے سے اقبال اور گرامی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''گرامی سے اقبال کی خط و کتابت زیادہ تر علمی اور ادبی نوعیت کی ہے اور اکثر ان کے اپنے کلام کے فنی پہلوؤں کے متعلق ہے۔ حسن فن ہی اقبال اور گرامی میں قدر مشترک ہے ورنہ خیالات اور موضوعات کے اعتبار سے دونوں کی دنیا الگ الگ ہے۔''(۱۷)

''مکاتیب اقبال بنام گرامی''محمد عبداللہ قریشی کی ایک بھرپور کوشش ہے جس میں انھوں نے ترتیب و تسوید، تاریخ وار ترتیب اور متن کو اس کے اصل کے مطابق پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ انھوں نے خطوط کے سیاق و سباق اور پس منظر کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے، تاکہ جس واقعہ کو بھی مکتوب میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے قاری باآسانی واقفیت حاصل کر سکے زیر نظر تصنیف کے ضمن میں عبداللہ قریشی رقم طراز ہیں:

> ''میں نے حضرت علامہ کے یہ ننانوے غیر مطبوعہ خطوط جس اسلوب سے مرتب کیے تھے، اس کو سب نے پسند کیا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد خطوط کا جو مجموعہ بھی شائع ہوا، اس کے مرتب نے میری ہی پیروی کی۔''(۱۸)

''مکاتیب اقبال بنام گرامی''میں پیش لفظ کو ممتاز حسن، تمہید و تعارف کو غلام رسول مہر اور مقدمہ و تعلیقات کو محمد عبداللہ قریشی نے تحریر کیا ہے۔ اس تحریر میں عبداللہ قریشی نے جہاں ۹۹ خطوط کو اقبال بنام گرامی شامل کیا ہے وہاں مولانا گرامی کی حالات زندگی، اقبال کے ساتھ اخلاص و محبت اور خطوط کے حوالے سے اہمیت، تعداد، اسلوب نگارش اور اشعار کی باریکیوں پر بھی بحث کی گئی ہے۔ خطوط کو مرتب کرنا اور اُن کی تاریخ و ترتیب اور متن کے اصل کی کھوج لگانا نہایت قابل قدر اور دیدہ زیب کام ہے۔ علامہ اقبال کے خطوط کو مرتب کرنے میں کئی اقبال شناسوں نے کوشش کی ہے۔ اُن میں ایک نام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا بھی قابل ذکر ہے۔ انھوں نے ''خطوط اقبال'' کے نام سے علامہ اقبال کے ایک سو گیارہ غیر مدوّن مکاتیب کو مرتب کیا ہے۔ ان

خطوط کے ساتھ حواشی وتعلیقات کا اضافہ کرنا بھی مفید ہے۔ کسی بھی شاعر کے ادبی اور نجی خطوط کو شائع کرنے سے اس کی نجی زندگی اور کلام سے آگاہی میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ ہر اعلیٰ درجے کے شعرا کے خطوط کو ادبی لحاظ سے شائع کرنا اہم کام ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا نام اقبال شناسی کے حوالے سے کسی تعریف کا مستحق نہیں ہے۔ انھوں نے اقبالیات پر بہت اہم کاوشوں کو تحریر کیا ہے۔ ''خطوط اقبال'' میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال کے غیر مدوّن خطوط کو ہی شائع کیا جائے۔ انھوں نے اپنے اس کام کو بڑی محنت اور ذمہ داری سے نبھایا ہے۔ قارئین ان خطوط کے مطالعہ سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انھوں نے کس لگن سے اس کام کو سرانجام دیا ہے۔ حواشی و تعلیقات کے استعمال نے ان خطوط کی اہمیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ اس کے ساتھ مرتب کا ایک اہم کام مکتوب الیہ کے خط سے پہلے اس کا مختصر تعارف کر دینا بھی قابل دید پہلو ہے۔ ''خطوط اقبال'' کے ضمن میں ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> ''رفیع الدین ہاشمی نے یہ مجموعہ مرتب کر کے اقبالیاتی ادب کی وقیع خدمت انجام دی ہے، اس کتاب سے اقبال شناسی کی تحریک کو بہت مدد ملے گی، علامہ کے معاصرین کے تعلقات کی نوعیت کا صاف صاف پتہ چلے گا اور عہد کی فکری وسیاسی تاریخ پر کام کرنے والوں کو ایک قابل اعتماد مآخذ مل جائے گا ۔''(۱۹)

''روح مکاتیب اقبال'' محمد عبداللہ قریشی کی علامہ اقبال کے خطوط پر مشتمل مجموعہ ہے۔ اسے اقبال اکادمی پاکستان نے پہلی بار نومبر ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ خطوط کے اس مجموعہ میں زمانے کے لحاظ سے مکتوبات کو ترتیب دیا گیا ہے۔ یہاں علم وادب اور معروف شخصیات کے خطوط جو علامہ اقبال کے ساتھ خط وکتابت کرتے رہے، اُن کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اُن شخصیات میں احسن ماہروی، منشی محمد دین فوق، منشی سراج الدین، حبیب الرحمٰن شروانی، خواجہ حسن نظامی، مولوی انشاءاللہ خاں، عطیہ بیگم فیضی، خواجہ غلام الحسنین، سید تقی شاہ، خواجہ حسن نظامی، منشی تلوک چند محروم، منشی غلام قادر فرخ، مہاراجہ کشن پرشاد، مولانا غلام قادر گرامی، اکبر الہٰ آبادی، مولانا شوکت علی، مولوی محمد اسماعیل میرٹھی، منشی پریم چند، خان محمد نیاز الدین خاں، سید نذیر نیازی، مولوی صالح محمد اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ''روح مکاتیب اقبال'' کے ضمن میں محمد عبداللہ قریشی رقم طراز ہیں:

> ''''روح مکاتیب اقبال'' حضرت علامہ کے کم وبیش ساڑھے بارہ سو خطوں کا نچوڑ ہے۔ جو پھول جس گلدستے سے چنا ہے۔ اس کا حوالہ دیا ہے، تاکہ شائقین اصل تک باآسانی پہنچ کر پورا خط حاصل کر سکیں۔''(۲۰)

''روح مکاتیب اقبال'' میں شامل خطوط میں مصنف نے دوسرے مجموعہ خطوط کا سہارا لیا ہے۔ اس کے متن کو بالکل درست قرار نہیں دیا جا سکتا ، لیکن حوالہ جاتی کھوج میں اس مجموعہ ءمکاتیب کو اہم تصور کیا جا سکتا ہے۔ ''مکتوبات اقبال'' سید نذیر نیازی کی مرتب کردہ تصنیف ہے۔ اس تصنیف کی پہلی اشاعت ستمبر ۱۹۵۷ء میں ہوئی اور دوسری بار اکتوبر ۱۹۷۷ء میں اقبال اکادمی، لاہور سے ہوئی۔ مکتوبات کے اس مجموعہ کو مصنف نے اپنے عزیز دوست ممتاز حسن کے اصرار پر مرتب کیا۔ سید نذیر نیازی اقبالیات میں ایک اہم نام ہے۔ وہ علامہ اقبال کی صحبت سے کافی حد تک فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ علامہ اقبال سے ان کی خط وکتابت کا آغاز ۱۹۲۹ء میں ہوا۔ ان کی خط وکتابت میں ''جدید تشکیل الہیات اسلامیہ'' کا اردو ترجمہ کا معاملہ، علامہ اقبال کا ملک سے باہر قیام ، سید نذیر نیازی کا دہلی میں قیام، ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء میں حکیم نابینا جناب عبدالوہاب انصاری مرحوم سے علاج ومعالجہ بھی اہم محرکات میں شامل ہیں۔ علامہ اقبال کو سید نذیر نیازی سے جہاں علمی وادبی لحاظ سے چاہت تھی وہاں وہ اپنے قریبی احباب میں بھی شمار کرتے تھے۔ انھوں نے علامہ اقبال کو حکیم نابینا سے علاج کروانے کا مشورہ بھی دیا، کیونکہ علامہ اقبال ایلوپیتھک علاج سے تنگ آ چکے تھے۔ ۱۹۲۸ء میں شاعر مشرق کو گردوں کا درد بہت شدید ہوا۔ اس درد سے حکیم نابینا کی دواؤں سے افاقہ ہوا۔ علامہ اقبال کا علاج ومعالجہ کے لیے سید نذیر نیازی سے خط وکتابت کا سلسلہ مارچ ۱۹۳۶ء تک جاری رہا۔ اقبال اپنی بیماری کے لیے جو خط لکھتے، سید نذیر نیازی اس خط کو حکیم صاحب کو اسی انداز میں عرض کرتے۔ اس ضمن میں سید نذیر نیازی تحریر کرتے ہیں:

"میرا معمول تھا ہر دوسرے یا تیسرے دن، لیکن بعض موقعوں پر روز حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور علامہ کے علالت نامے لفظ بہ لفظ پڑھ کر سناتا۔ پھر حکیم صاحب مرحوم کی تجویز کردہ ادویات، ان کے استعمال، غذا اور پرہیز کے بارے میں ایک ایک بات نہایت تفصیل سے حضرت علامہ کی خدمت میں عرض کر دیتا۔"(۲۱)

سید نذیر نیازی مارچ ۱۹۳۶ء میں حضرت علامہ اقبال کے اصرار پر ہی لاہور منتقل ہو گئے تھے۔ لاہور میں سید نذیر نیازی ہر روز ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ لیکن پھر بھی کئی مرتبہ علامہ اقبال نے انھیں خط لکھ کر بلایا۔ علامہ اقبال کے آخری ایام میں سید نذیر نیازی مسلسل ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، کیونکہ ان دنوں میں علامہ اقبال زیادہ تر بیمار رہے۔ "مکتوبات اقبال" سید نذیر نیازی کی ایک اہم کاوش ہے۔ اس میں ۱۸۲ خطوط شامل ہیں جن میں سے صرف ایک خط ان کے دوست سلامت اللہ کو لکھا گیا ہے۔ باقی تمام خطوط سید نذیر نیازی کو لکھے گئے ہیں، ان خطوط کے اصل کے بارے میں نیازی مرحوم کہتے ہیں کہ میرے نام تمام خطوط بالکل اصل متن کے مطابق ہیں۔ ان خطوط کے اصل نسخہ جات کو اقبال اکادمی میں جمع کرا دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں اگر کسی کو کوئی شک ہے تو وہ ان کے ساتھ موازنہ کر سکتا ہے۔

اردو میں علامہ اقبال کے خطوط پر مشتمل "اقبال از عطیہ بیگم" ایک اہم کاوش ہے۔ اس تصنیف میں علامہ اقبال کے انگریزی خطوط جو عطیہ بیگم کو لکھے گئے، اُن کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ضیاء الدین برنی نے عطیہ بیگم کی تصنیف اقبال کا اردو ترجمہ کر کے انگریزی سے ناآشنا قارئین کے لیے آسانی کا سامان پیدا کیا ہے۔ علامہ اقبال کے ان خطوط کا سلسلہ ۱۹۰۷ء میں شروع ہوا، ان میں سے کچھ خطوط امتدادِ زمانے کی وجہ سے نابود ہو گئے۔ اگر وہ خطوط بھی ہوتے تو اقبال کی شخصیت کے مزید نقوش واضح ہو جاتے۔ ان خطوط کا اصل متن انگریزی زبان میں ہی مرکوز ہے جس میں اعلیٰ پایہ کا لٹریچر استعمال کیا گیا ہے۔ انگریزی خطوط اپنی معنویت میں اہم تصور کیے جاسکتے ہیں، جبکہ ان کا اردو ترجمہ اس قدر کار آمد نہیں ہے۔ علامہ اقبال کو جتنی مہارت اردو اور فارسی زبانوں پر تھی، اس سے کہیں زیادہ انگریزی زبان پر بھی تھی۔ ان خطوط کے مطالعہ سے اقبال کی زندگی کے نجی خصائص اور اوصاف سے آگاہی ہوتی ہے۔ اقبال کے ہاں سچے دوست کی اہمیت اور قدر و قیمت کا بھی پتا چلتا ہے۔ اقبال اور عطیہ بیگم کے باہمی روابط نمایاں ہوتے ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے اقبال کے اُن رجحانات کی وضاحت بھی ہوتی ہے جن کا جھکاؤ جرمن خاتون ویگے ناسٹ کی طرف ہوتا ہے۔ یہ خطوط علامہ اقبال کے شبابِ وجوانی کی کیفیات کو اجاگر کرتے ہیں۔

زیر نظر تصنیف میں ضیاء الدین برنی نے عطیہ بیگم کی اُس ڈائری کے علامہ اقبال سے متعلقہ حصوں کو بھی شائع کر دیا ہے جن کا تعلق علامہ اقبال کی شخصیت سے تھا۔ مصنف کا ان خطوط کا اردو ترجمہ کرنا بیش قیمت خزانہ ہے کیونکہ ہر قاری انگریزی زبان نہیں جانتا۔ ان خطوط کے ضمن میں ضیاء الدین برنی رقم طراز ہیں:

"یہ محض خطوط اقبال نہیں ہیں بلکہ محترمہ عطیہ بیگم نے اقبال کی زندگی کے واقعات کو خطوں کی روشنی میں اس طرح سے پیش کیا ہے کہ وہ ایک منفرد چیز بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کتاب کا نام "اقبال از عطیہ بیگم" رکھا گیا ہے یعنی اقبال جیسا کہ محترمہ انھیں سمجھتی تھیں۔"(۲۲)

خطوط اقبال کے مطالعہ سے علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر و سوچ کے مختلف مدارج سے آگاہی ہوتی ہے۔ اقبالیات میں خطوط اقبال کا تجزیہ بہت ضروری ہے تبھی اقبال فہمی، اقبال آگہی، اقبال شناسی اور اقبال دوستی کی وضاحت ہوتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام حسین ذوالفقار، پروفیسر، ڈاکٹر، اقبال، ایک مطالعہ، بزم اقبال، لاہور، اشاعت دوم، اکتوبر ۱۹۹۷ء، ص ۲۳۸-۲۳۹

۲۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع چہارم، ۲۰۱۸ء، ص ۲۱۵

۳۔ ایضاً، ص ۲۱۹

۴۔ ایضاً، ص ۲۱۷

۵۔ ممتاز حسن، ڈاکٹر، مقدمہ، اقبال اور عبدالحق (مکتوبات کی روشنی میں)، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۳

۶۔ ایضاً، ص ۴۷

۷۔ ڈاکٹر سید ظفر الحسن برصغیر کے نامور استاد اور فلسفی تھے۔ مسلم یونیورسٹی میں شعبہ فلسفہ نفسیات سے بھی وابستہ تھے۔ اقبال شناسی اور سویرا، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۶

۸۔ پروفیسر محمد عمر الدین ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۶۴ء میں علی گڑھ میں وفات پائی۔ آپ مسلم یونیورسٹی میں صدر شعبہ فلسفہ ونفسیات کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۲۸ء میں دہلی کالج میں نائب پرنسپل کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ اقبال شناسی اور سویرا، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۵

۹۔ احمد ندیم قاسمی، فلیپ، اقبال بنام شاد، بزم اقبال، لاہور، طبع اول، جون ۱۹۸۶ء

۱۰۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، نقش اوّل پر اہل علم و دانش کی آرا، مشمولہ، اقبال کے خطوط جناح کے نام، مرتبہ، محمد جہانگیر عالم، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع ششم، ۲۰۱۸ء، ص ۴

۱۱۔ قائداعظم محمد علی جناح، پیش لفظ، اقبال کے خطوط جناح کے نام، ص ۵۳

۱۲۔ مکتوب محمد اقبال بنام قائداعظم، مشمولہ، اقبال کے خطوط جناح کے نام، ص ۶۳

۱۳۔ عبداللہ شاہ ہاشمی، حرف اول، مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں (مع تعلیقات و حواشی)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع سوم، ۲۰۱۹ء، ص ۱۱

۱۴۔ اعجاز احمد، شیخ، مظلوم اقبال، شیخ شوکت علی پرنٹرز، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۲۳۴

۱۵۔ شیخ عطاء اللہ، دیباچہ، اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع دوم (یک جلدی)، ۲۰۱۲ء، ص ۲۔۳

۱۶۔ ممتاز حسن، پیش لفظ، انوار اقبال، بشیر احمد ڈار، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۶

۱۷۔ ممتاز حسن، پیش لفظ، مکاتیب اقبال بنام گرامی، محمد عبداللہ قریشی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، جون ۱۹۸۱ء ص (ل)

۱۸۔ محمد عبداللہ قریشی، عرض حال، مکاتیب قبال بنام گرامی، ص ۲

۱۹۔ سید عبد اللہ، ڈاکٹر، پیش لفظ، خطوط اقبال، مرتب، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، اشاعت اول، ۱۹۷۷ء، ص ۱۸

۲۰۔ محمد عبد اللہ قریشی، تقریب، روح مکاتیب اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، نومبر ۱۹۷۷ء، ص ۶۸

۲۱۔ سید نذیر نیازی، تمہید، مکتوبات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور بار دوم، ۱۹۷۷ء، ص (ب، ج)

۲۲۔ ضیاء الدین برنی، تمہید، اقبال از عطیہ بیگم، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، ۱۹۵۶ء، ص (د)